مولانا ظفر علی خانؒ کی شاعری میں قرآنی تلمیحات: "بہارستان" کا خصوصی مطالعہ

محمد ریاض محمود ۞

حافظ محمد عدیل ۞

۱–موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پسِ منظر

قرآنِ مجید علوم و معارف کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ اس کے مطالب و مفاہیم اخذ کرنے کے ضمن میں ہر دور میں مسلمانوں نے بھرپور اور ہمہ جہت کاوشیں کی ہیں، فہمِ قرآن کی تحصیل و ترسیل کی اس مبارک و پُر سعادت تحریک میں مختلف طبقات شامل رہے ہیں۔ مفسّرین، محدثین، مؤرخین، اُدبا، شُعرا اور عُلما سمیت مختلف طبقاتِ علم و فکر نے اس ضمن میں اپنا اپنا اُسلوب اور مزاج پایا ہے۔ برّصغیر پاک و ہند کے اُدبا و شُعرا میں بھی فہمِ قرآن کے اس ذوق کے مختلف مظاہر واضح طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں، اس باب میں میر تقی میر (م ۱۸۱۰ء)، انشاء اللہ خان (م ۱۸۱۷ء)، ولی محمد نظیر اکبر آبادی (م ۱۸۳۰ء)، اسد اللہ خان غالب (م ۱۸۶۹ء)، مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء)، الطاف حسین حالی (م ۱۹۱۴ء)، علامہ محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء)، آغا حشر کاشمیری (م ۱۹۳۵ء)، مولانا ظفر علی خان (م ۱۹۵۶ء)، شورش کاشمیری (م ۱۹۷۵ء)، مولانا عبد الماجد دریابادی (م ۱۹۷۷ء)، قدرت اللہ شہاب (م ۱۹۸۶ء)، ماہر القادری (م ۱۹۷۸ء)، نسیم حجازی (م ۱۹۹۶ء)، محمد نعیم صدیقی (م ۲۰۰۲ء) اور حفیظ تائب (م ۲۰۰۴ء) کے اسمائے گرامی بہت معروف ہیں۔[۱] ان معتبر شخصیات میں مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ وہ بیک وقت ایک سیاست دان، صحافی، مؤرخ، مترجم، خطیب، ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے۔ برصغیر کے انگریزی عہدِ حکومت میں وہ ایک قومی و ملی رہ نما کے طور پر اُبھرے۔ قوم ان کو اپنا عظیم محسن اور خیر خواہ تسلیم کرتی ہے اور مختلف شعبہ ہائے علم میں ان کی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ ان کو شعر گوئی میں کمال حاصل تھا۔

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات۔ (dr.riazmahmood@uog.edu.pk)

۞ ریسرچ اسکالر، پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات۔ (muhammadadeel314@gmail.com)

۱– ابوالخیر کشفی، **اُردو شاعری کا سیاسی و تاریخی پس منظر** (لاہور: نشریات، س۔ن)، ۴۳۔

ان کے احاطۂ سخن کی وسعت کا ایک اہم سبب علی گڑھ کا علمی، فکری اور سیاسی ماحول تھا۔ اس ماحول نے ان کے فنِ شعر کو چار چاند لگا دیے۔ علامہ شبلی اور سر سید ایسے علما و فضلا مولانا کی نظمیں سن کر ان کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔[۲] وہ زبان اور محاورے کے بادشاہ تھے، نئے نئے قوافی باندھنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ زبان پر بے حد قدرت حاصل تھی، مشکل ترین اور سنگلاخ زمینوں میں شعر کہنا ان کے لیے معمولی بات تھی۔ نعت گوئی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا، اہلِ علم اور باذوق حضرات دفتر **زمیندار** تشریف لاتے تو ان سے نعتیں سنتے اور وجد میں آجاتے تھے۔ انھوں نے شعر گوئی کے ذریعے اسلامی افکار و نظریات کو جلا بخشی۔ انھوں نے شاعری کو شراب، شباب، صنفِ نازک، محب و محبوب، ساغر و مینا، ہجر و وصل اور زُلف و رخسار کے مباحث و موضوعات سے آزاد کروایا۔ ان کا نصب العین اسلامی فکر و فلسفہ کا فروغ و استحکام اور برصغیر میں اسلامی ریاست کی تشکیل تھا۔[۳] ان کی نثری و شعری تصانیف کو اسی مخصوص پسِ منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ شعری میدان میں **شورِ محشر**، **حبسیات**، **خمستانِ حجاز**، **خیالستان**، **گنجِ شائیگاں**، **بہارستان**، **چمنستان**، **نگارستان** اور **ارمغانِ قادیان** آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ نثر میں **غلبہ روم**، **روحِ معانی**، **فلسفہ بو علی سینا**، **مقالاتِ ظفر علی خان**، **معاشرت**، **حقائق و معارف**، **حقیقت و افسانہ**، **لطائف الادب** اور **جواہر الادب** اہم ہیں، جب کہ جان ولیم ڈریپر کی انگلش کتاب *History of the Conflict between Religion and Science* کا انھوں نے **معرکۂ مذہب و سائنس** کے نام سے اُردو ترجمہ کیا ہے۔ یہ مختلف الانواع اور کثیر التعداد کتب ان کی علمی و ادبی خدمات کے وسیع سلسلے کی خبر دیتی ہیں۔ مولانا نے نظم و نثر ہر دو اصنافِ ادب میں اسلامی نظریۂ حیات کی تفہیم و تشریح اور ارتقا و استحکام میں سعیِ مسلسل کی ہے۔ علومِ اسلامیہ میں قرآن فہمی ان کا غالب ذوق تھا۔ سابقہ انبیا و اُمم کے قصے ہوں، افراد کی اجتماعی و انفرادی زندگیوں کے عُروج و زوال کی داستانیں ہوں یا عربی زبان و ادب کی چاشنی ہو، ان کے شعری کلام میں ان کے بر موقع استعمال کی مثالیں جا بہ جا ملتی ہیں۔ ان کی منظومات قرآنِ حکیم کے ابدی پیغام کی بھرپور آئینہ دار ہیں۔ لہٰذا ان کی منظومات میں قرآنی تصورات و نظریات خصوصاً تلمیحات کی تحقیق عہدِ حاضر کے علمی و ادبی حلقوں کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسی عصری اور فنی ضرورت کی تکمیل کے پیشِ نظر اس موضوع "مولانا ظفر علی خانؒ کی شاعری میں قرآنی تلمیحات: **بہارستان** کا خصوصی مطالعہ" کا انتخاب کیا گیا ہے۔

۲۔ شورش کاشمیری، **ظفر علی خان** (لاہور: مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ، ۲۰۰۹ء)، ۱۰۶۔

۳۔ اشرف عطاء، **مولانا ظفر علی خان** (لاہور: مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ، ۲۰۱۱ء)، ۲۵۔

مولانا ظفر علی خان برّصغیر پاک وہند کی ایک عظیم مذہبی، سیاسی، صحافتی اور علمی شخصیت تھے۔ اسی اہمیت وانفرادیت کے پیشِ نظر ان کے علم وفن پر بہت سے احباب نے کتب تحریر کی ہیں۔ ان میں شورش کاشمیری کی **ظفر علی خان** اور **قیدِ فرنگ**، رابعہ طارق کی **مولانا ظفر علی خان ۔ آپ بیتی**، ڈاکٹر سمیع احمد کی **اُردو صحافت اور تحریکِ آزادی**، محمد جاوید اقبال کی **دل جس سے زندہ ہے**، محمد علی چراغ کی **اکابرینِ تحریکِ پاکستان**، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی کی **قرآن اور ظفر علی خان**، ڈاکٹر نظیر حسین زیدی کی **ظفر علی خان۔ احوال و آثار**، ڈاکٹر غلام حسین کی **مولانا ظفر علی خان۔ حیات وخدمات و آثار**، نادم سیتاپوری کی **مولانا ظفر علی خان**، اشرف عطاء کی **مولانا ظفر علی خان**، راجہ اسد علی خان کی **بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان** اور حکیم عنایت اللہ نسیم کی **مولانا ظفر علی خان اور ان کا عہد** قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں جامعات میں سندی تحقیق کے ضمن میں بہت سے مقالات ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر پیش کیے گئے ہیں۔ ان کا ایک جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

i. "مولانا ظفر علی خان کا اُردو صحافت پر اثر"، مقالہ نگار: سید ندیم الحسن گیلانی، پی ایچ ڈی، شعبہ صحافت، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، سیشن ۱۹۹۴ء۔

ii. "مولانا ظفر علی خان، ایک شاعر اور صحافی"، مقالہ نگار: نذیر حسین، پی ایچ ڈی، شعبہ اُردو، سندھ یونی ورسٹی، جامشورو، سیشن ۱۹۷۱ء۔

iii. "نگارستان، نقل متن، حواشی و تعلیقات"، مقالہ نگار: غلام صابر، ایم فل، شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد، سیشن ۲۰۰۷ء۔

iv. "مولانا ظفر علی خان کی سیاسی خدمات"، مقالہ نگار: سعدیہ ناصر، ایم اے، شعبہ تاریخ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، سیشن ۱۹۹۵ء۔

v. "مولانا ظفر علی خان کی سیاسی شاعری"، مقالہ نگار: سلمیٰ نصرت، ایم اے، شعبہ صحافت، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، سیشن ۱۹۷۵ء۔

vi. "مولانا ظفر علی خان کی خود نوشت وسوانح حیات"، مقالہ نگار: رابعہ طارق، ایم اے، شعبہ اُردو، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، سیشن ۱۹۹۶ء۔

مذکورہ بالا کتب اور تحقیقی مقالات سے مولانا ظفر علی خان کی سیاسی، سماجی اور صحافتی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی رجحان سے متعلق خاطر خواہ معلومات حاصل ہوتی ہیں، مگر اس سارے علمی مواد میں مولانا کے مذہبی شعور وادراک کی گہرائی، خصوصاً فہمِ قرآن، دینی اصطلاحات اور ان کے اظہار کے اُسلوب کو موضوعِ بحث

نہیں بنایا گیا۔ علمی و فنی اور ادبی و تاریخی نوعیت کے اسی علمی اور تحقیقی خلا کو پُر کرنے کے لیے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ مولانا ظفر علی خان کے فہمِ اسلام، خصوصاً دینی اصطلاحات اور قرآنی تلمیحات کی وضاحت اوراُن پر نقد و نظر سے علم و فکر کے نئے دریچے کھلیں گے۔ اِس سے نہ صرف یہ کہ افرادِ اُمت کی تربیت کا سامان میسر آئے گا بلکہ تحریکِ پاکستان کے مذہبی پس منظر کی بھی وضاحت ہو سکے گی۔

مقالہ ہذا کو پانچ اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلے جز میں موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور علمی و فکری پس منظر واضح کیا گیا ہے، نیز اس موضوع پر موجود تصانیف اور سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ لیا گیا ہے اور مقالے کے مختلف اجزا کی داخلی تقسیم و ترتیب کو واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے جز میں مولانا ظفر علی خان اور ان کے دینی فہم کا ذکر کرتے ہوئے اس کے مختلف مظاہر کا تذکرہ کیا گیا ہے، نیز ان کے چند ایسے اشعار پیش کیے گئے ہیں جن میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت، عقیدۂ ختمِ نبوّت اور دیگر اسلامی تصورات کے بارے میں اپنے جذبات و خیالات کو پیش کیا ہے۔ تیسرے جز میں مولانا ظفر علی خان کی شعری کتاب **بہارستان** اور اُس کے اُسلوب پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ چوتھا جز **بہارستان** میں قرآنی تلمیحات کے استعمال اور ان کے تجزیے سے متعلق ہے، اس میں مختلف عنوانات قائم کرکے مولانا ظفر علی خان کے قرآنی تلمیحات کے استعمال کے اُسلوب کو واضح کیا گیا ہے، نیز متعلقہ قرآنی آیات کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ پانچویں یعنی آخری جز میں خلاصۂ بحث تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ مولانا ظفر علی خان اور ان کا فہمِ دین

مولانا ظفر علی خان سیالکوٹ کے ایک گاؤں کوٹ مہرتھ میں ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔[۴] ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولوی کرم الٰہی سے حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ تشریف لے گئے جہاں انھوں نے بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ اِس کے بعد نواب محسن الملک کے پاس بمبئی چلے گئے اور ایک سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ یہاں ایک سال گزارنے کے بعد وہ اپنے اُستاد علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے حیدر آباد چلے گئے۔ ان دنوں حیدر آباد علمی و ادبی سرگرمیوں کا مرکز تھا، وہاں پر اسلامی طرز کی حکومت تھی۔ یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنھوں نے مولانا کی طبیعت پر گہرا اثر کیا، وہاں قیام کے دوران انھوں نے خوب علمی استفادہ کیا۔ اسی دوران انھوں نے **معرکۂ مذہب و سائنس** اور **خیابانِ فارس** کے نام سے تراجم کیے، یہ کُتب علمی حلقوں میں بڑی مقبول ہوئیں۔ ان

۴۔ نظیر حسنین زیدی، **مولانا ظفر علی خان** (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۰ء)، ۴۲۔

کا تیرہ برس حیدر آباد میں قیام رہا، بعد میں ناموافق حالات کی وجہ سے حیدر آباد کو چھوڑ کر اپنے وطن یعنی کرم آباد، وزیر آباد آ گئے۔ ان کے والد مولوی سراج الدین نے **زمیندار** اخبار کی نگہداشت ان کے سپرد کر دی، انھوں نے اپنی صحافیانہ صلاحیتوں کی وجہ سے اس اخبار کو چار چاند لگا دیے۔ اس دوران انھوں نے لندن اور ترکی کے اسفار کیے، ترکی کے سلطانِ معظم سے ملاقات کی، وہاں کچھ روز قیام کے بعد واپس ہندوستان تشریف لے آئے، واپسی پر مولانا کا تاریخی استقبال کیا گیا، دہلی اور لاہور میں بڑے بڑے جلوس نکالے گئے، کہا جاتا ہے کہ لاہور کی تاریخ میں ایسے جلوس بہت کم دیکھنے کو ملے ہیں۔[۵] جن بزرگوں نے پاکستان اور ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لیے کوششیں کیں اور اس مقصد کے لیے قربانیاں دیں، ان میں مولانا ظفر علی خان کا نام بہت نمایاں ہے۔ وہ ان چند گنے چنے اکابرین میں سے تھے جنھیں قدرت کسی قوم کو اس وقت عطا کرتی ہے جب اُس قوم کی تقدیر اور حالت کو بدلنا مقصود ہو۔ جس دور میں آزادی کا نام لینا جرم تھا ایسے وقت میں انھوں نے نفع و نقصان سے بے نیاز ہو کر نہ صرف برطانوی سامراج کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا بلکہ اُس وقت تک دم نہ لیا، جب تک کہ اتنی بڑی ظالم اور جابر طاقت نے ساز و سامان کی کثرت و فراوانی کے باوجود اپنی شکست قبول کر کے بوریا بستر لپیٹ کر راہِ فرار اختیار نہ کر لی۔ مولانا ظفر علی خان نے شعر و ادب کے میدان میں اُس وقت قدم رکھا جب سر سید اور علامہ شبلی کا آخری دور تھا، اُس وقت ادب کے رُجحانات سیاسی و نظریاتی انقلاب کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں فکر و نظر اور عمل کی دعوت ہے۔ بحیثیت مصنف اور ادیب، ان کے کلام میں مختلف رنگوں کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ وہ عربی، فارسی اور ہندی کے الفاظ کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ وہ صحافت اور سیاست دونوں میدانوں کے ماہر تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کو ہر رنگ کی تحریر کا سلیقہ حاصل تھا۔ اس طرزِ تحریر کا فائدہ یہ ہوا کہ ہر صنفِ ادب کا حق ادا کرنے کی ان میں بہترین صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔ مولانا ظفر علی خان کے مزاج میں دینی حمیت و غیرت بہت پائی جاتی تھی، وہ مغربی تہذیب پر کڑی تنقید کرتے تھے اور ہر موقع پر اس کا برملا اظہار بھی کرتے اور کسی ملامت کی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔ حیدر آباد قیام کے دوران برطانوی رقص پارٹی کا واقعہ پیش آیا، جب یہ رقص و سرور کی محفل ختم ہوئی تو مولانا کو شکریہ ادا کرنے کا کہا گیا، انھوں نے ان کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ان کی تہذیب کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور بھرپور مذمت کی۔ مولانا نے مغربی تہذیب کو سراسر بے حیائی اور اسلام کے منافی قرار دیا۔ اس واقعے سے مولانا کی دینی حمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر مغربی طرزِ معاشرت

۵۔ عنایت اللہ نسیم، **مولانا ظفر علی خان اور ان کا عہد** (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء)، ۷۶۔

کے خلاف تھے۔ وہ مسلمانوں کو اسلامی تہذیب کے دائرے میں دیکھنا چاہتے تھے تاکہ مسلمان اپنی عظمتِ رفتہ کو بحال کر سکیں اور صحیح اسلامی طرزِ معاشرت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ مولانا کی نظر جب اس چیز پر پڑتی کہ دینِ اسلام کے وجود و مظاہر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور اس کے خلاف سازشیں کی جا رہی ہیں تو ان کی غیرت و حمیت اس چیز کو برداشت نہ کرتی۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتے۔ ان کی زندگی کے بہت سے واقعات اس بات پر شاہد ہیں۔[۶]

وہ عقیدۂ توحید کو ایک مسلمان ہونے کے ناطے سے چشمۂ حیات سمجھتے تھے اور اس کو باعثِ نجات قرار دیتے تھے۔ وہ جب اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہیں تو لفظ "تو" یا "تیری" سے خطاب کرتے ہیں تاکہ اس کی شان و عظمت میں "غیر" کے شریک ہونے کا خیال بھی ذہن میں نہ آ سکے، اُسلوب ملاحظہ ہو:

ہر ایک چیز ہے ممکن مگر نہیں ممکن
کہ تیری حمد کا اک شمہ ہو سکے ارقام [۷]

وہ اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ خدا ہی معبودِ برحق ہے۔ اگر ساری دنیا بُت پرستی اور کفر کی لعنت میں گرفتار ہو جائے، تب بھی اس کی جلالتِ شان اور عظمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی اور اگر ساری دنیا اس کی بارگاہ میں سر بہ سجود ہو جائے تب بھی اس کی عظمت اور شان میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ یہ چیز تو انسان کے لیے باعثِ عظمت ہے کہ اُس معبودِ برحق کے سامنے اپنے آپ کو جُھکا کے رکھے۔ انسان کی عزت بندگی اور اطاعت میں ہی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

نام ہے ایک اللہ کا سچا باقی باطل سب معبود
مختصر اس قصہ کو سمجھیے ناحق اس کو نہ دیجیے طول [۸]

اُن کے عقیدے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کائنات میں بسنے والی ہر مخلوق کو روزی دینے والی ذات وہی ہے۔ وہ ذات جس طرح صالح لوگوں کو رزق دیتی ہے اسی طرح گناہ گاروں کو بھی کِھلاتی ہے۔ مولانا کا اعتماد و یقین ملاحظہ ہو:

۶۔ اشرف عطاء، **مولانا ظفر علی خان**، ۲۶۔

۷۔ مولانا ظفر علی خان، **بہارستان** (لاہور: مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ، ۲۰۱۰ء)، نظم حمدِ ذوالجلال، ۶۔

۸۔ نفسِ مصدر، نظم آوازہ حق، ۱۱۔

اثر تیری عطاؤں پر نہیں پڑتا خطاؤں کا
جسے پیدا کیا اُس کو دیا ہے آب و نان تو نے (۹)

وہ اس بات کو بہ خوبی سمجھتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ ایسی ہے جس سے ہر قسم کی اُمید وابستہ کی جاسکتی ہے، وہ مسلمانوں کے سیاسی اور اقتصادی حالات بہتر نہ ہونے کے باوجود مایوسی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ قرآنِ پاک کی آیت کو اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں:

مئے لاتقنطوا کے نشے میں سرشار رہتا ہوں
سیہ مستوں کو بخشی حیاتِ جاوداں تو نے (۱۰)

وہ اللہ کی مدد و نصرت کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں:

ترے دربار سے مجھ کو یہی انعام کیا کم ہے
کیا اپنی ستائش میں مجھے رطب اللسان تو نے (۱۱)

آنحضرت ﷺ کے متعلق مولانا ظفر علی خان کا عقیدہ واضح تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول اور تمام انبیا کے سردار ہیں۔ ان کی ایمانی کیفیت اس اعلان و اقرار سے عیاں ہے :

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا اور زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا (۱۲)

مولانا ظفر علی خان کی شخصیت میں ایک نمایاں خوبی جو پائی جاتی تھی وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات سے بے پناہ محبت ہے۔ ان کو نبی کریم ﷺ سے کس قدر محبت تھی، اس کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ وہ رسولِ خدا ﷺ سے محبت کو اللہ کا بڑا احسان قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

۹۔ نفس مصدر، نظم رب العلمین، ۴۔
۱۰۔ نفس مصدر، ۴۔
۱۱۔ نفس مصدر، ۴۔
۱۲۔ نفس مصدر، **بہارستان**، نظم تکمیل ایمان، ۱۵۲۔

مجھ کو رسول اللہ کی اُلفت لطفِ خدا سے مل ہی گئی
اے دلِ نادان اس سے زیادہ تجھ کو ہو کس دولت کا حصول [۱۳]

نعت گوئی اُن کے لیے ایسا مضمون تھا جس سے اُن پر وجد طاری ہو جاتا تھا، فرماتے ہیں:

جب نبی کی نعت میں مصروف ہوتا ہے قلم
کیسے کیسے خوش نما موتی پروتا ہے قلم [۱۴]

وہ جب بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے تھے تو ان کے قلم سے بے پناہ محبت بر آمد ہوتی تھی جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا ظفر علی خان کے کلام کے مطالعے سے جو نتائج سامنے آتے ہیں ان کا حاصل یہ حقیقت ہے کہ وہ فعال و متحرک مسلمان، سچے عاشق رسول اور اسلامی تہذیب و تمدن کے نمائندہ و پیامبر تھے۔

۳۔ بہارستان اور اس کا اُسلوب

بہارستان مولانا ظفر علی خان کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ یہ ان کی زندگی میں ہی شائع ہو گیا تھا۔ یہ ۵۹۵ صفحات پر مشتمل ہے اور حجم کے اعتبار سے مولانا کی باقی شعری کتب میں سب سے ضخیم ہے۔ اس کے ابتدائی ایڈیشن میں قادیانیوں کے خلاف وہ نظمیں بھی تھیں جو **ستارہ صبح** اور **زمیندار** میں وقتاً فوقتاً چھپتی رہی تھیں، بعد میں ان نظموں کو اس مجموعے سے خارج کر کے **ارمغانِ قادیان** کے نام سے شائع کیا گیا۔ مولانا ظفر علی خان اس مجموعے کے متعلق خود لکھتے ہیں:

> اس محنت طلب کلام کے لیے فرصت نکالنا میرے لیے بے حد دشوار تھا، لیکن جس طرح بھی بن پڑا یہ خدمت میں نے انجام دی اور طول و عرض ہند میں اعلان کر دیا کہ میرا مجموعۂ کلام **بہارستان** کے نام سے بہت جلد اہلِ وطن کے قدر دان ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ [۱۵]

اس مجموعۂ کلام میں مولانا کی ابتدائی اُردو شاعری ہے، کچھ فارسی کلام بھی شامل ہے اور کہیں کہیں عربی ادب کی تضمینیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اہم موضوعات میں حمد، نعت، دُعا، عظمتِ اسلام، دینی اصطلاحات، اسلامی

۱۳۔ نفس مصدر، نظم آوازہ حق، ۱۳۔

۱۴۔ مولانا ظفر علی خان، **چمنستان** (لاہور: مولانا ظفر علی خان ٹرسٹ، ۲۰۱۰ء)، ۴۷۔

۱۵۔ آفتاب احمد، **ظفر علی خان خصوصی نمبر** (وزیر آباد: ڈگری کالج، ۱۹۸۴ء)، ۱۳۲۔

روایات، سیاستِ ہند، نوحے، مرثیے اور طنز و مزاح شامل ہیں۔ کئی مقامات پر آیاتِ قرآنیہ کی تضمین اور بعض جگہ آیات کے تراجم اور مفہوم کو شامل کیا گیا ہے۔ ان کی نظموں کے عنوانات بہ ظاہر مختلف ہیں، لیکن ان سب کا مرکزی نقطہ ایک ہے اور وہ اسلام کی عظمت، مسلمانوں کے ساتھ ہم دردی اور غم خواری ہے۔ انھوں نے اسلام، سیاست، صحافت اور فلسفے کو مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو زمانے کی عیارانہ چالوں سے باخبر رکھتے ہیں، مسلسل اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمان اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کریں۔ وہ مسلمانوں کو دفاع اور عمل کے لیے آگے بڑھاتے ہیں اور خود بھی دشمن کا منہ بند کرنے کے لیے سب سے آگے میدان میں قدم رکھتے ہیں۔ اس شعری مجموعے میں مولانا کے معاصرین علامہ محمد اقبال(م۱۹۳۸ء)، چوہدری افضل حق (م۱۹۴۲ء)، سید عطاء اللہ شاہ بخاری(م۱۹۶۱ء) اور مولانا ابو الکلام آزاد(م ۱۹۵۸ء) ایسے نابغۂ روز گار اشخاص کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ اس میں وہ نظم بھی شامل ہے جو علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان نے اکٹھے کہی ہے، نظم کا نام ہے **پرانی دشمنی**۔ مولانا خود لکھتے ہیں:

> یہ نظم علامہ اقبال کے مکان پر بیٹھ کر اُس زمانے میں لکھی گئی جب علامہ اقبال انار کلی میں رہتے تھے، اس میں آدھے شعر میرے ہیں اور آدھے علامہ ممدوح کے۔[۱۶]

بہارستان میں اسلامی تہوار مثلاً عید الفطر، عید الاضحی اور رمضان پر بھی نظمیں شامل ہیں۔ وہ قابلِ ذکر شہر جن میں مولانا کا جانا ہوا مثلاً کلکتہ، دہلی، کشمیر اور گجرات، ان پر لکھی گئی نظمیں بھی اس مجموعے میں شامل ہیں۔ مولانا کے اخبار **زمیندار** اور **ستارہ صبح** کا کئی مقامات پر ذکر آیا ہے۔ اس مجموعے میں مغربی تہذیب و ثقافت پر خوب نقد و طنز کیا گیا ہے۔ آوازہ حق، شہیدِ کربلا، شانِ اسلام، برکاتِ ماہِ صیام، آہِ فاطمہ کا انجام، صراطِ مستقیم، سرنگاپٹم، خزاں میں بہار، کربلا الہ آباد میں، مسلمان کی دعا، تہذیبِ ہنود، صورت و سیرت، حق کی شمشیر اور پاکستان کے سپاہی کا ترانہ اس کی اہم نظمیں ہیں۔ اس کتاب کو مولانا ظفر علی خان نے خود ترتیب دیا، چوں کہ پہلے ایڈیشن میں کتابت کی کافی اغلاط موجود تھیں اس لیے اس کو دریا بُرد کر دیا گیا۔ پھر اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا گیا۔[۱۷] ساری نظموں کو سن وار اور تاریخ وار ذکر کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں ۱۹۵۳ء سے بیش تر کا کلام شامل ہے۔ مولانا کے دوسرے مجموعوں کی نسبت اس مجموعے میں اسلامی روایات کو زیادہ شد و مد سے بیان کیا گیا ہے۔ الغرض اس مجموعۂ

۱۶۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، ۴۷۴۔

۱۷۔ آفتاب احمد، **ظفر علی خان**، ۱۳۲۔

کلام میں مذہب، سیاست، طنز، تنقید اور فلسفہ کے موضوعات کے ساتھ ساتھ بہترین اُردو ادب بھی پایا جاتا ہے، یہی متنوع اوصاف اس کی ہر دل عزیزی اور مقبولیت میں اضافے کے اہم اسباب ہیں۔

مولانا ظفر علی خان کی شاعری میں مے و مینا اور عشقِ مجازی کا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی وہ صوفی مزاج تھے کہ تصوف اور طریقت کے حوالے سے وہ شرابِ معرفت والا انداز اختیار کرتے۔ ان کی شاعری میں دو چیزوں کا رنگ غالب تھا، ایک عشقِ رسول ﷺ اور دوسرا جذبۂ آزادی۔ انھی دو موضوعات کے گردِ اُن کی شاعری کے تمام سلسلے گھومتے ہیں۔ ان کی زندگی معرکہ آرائی میں بھی گزری اور مجلسِ ادب میں بھی، دونوں رجحانات سے متعلق کیفیات ان کی شعری تخلیقات میں موجود ہیں۔ انھوں نے سیاست اور صحافت کو بھی زینت بخشی، لیکن ایک بات ہر جگہ نظر آئے گی کہ وہ قادر الکلام شاعر تھے۔ مولانا نے شعر گوئی کے ذریعے ادب کو ایک جلا بخشی ہے۔ وہ اتنے عمدہ اور فی البدیہ شعر کہتے تھے کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ قرآنی تلمیحات کے استعمال میں انھوں نے جو اُسلوب اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ قرآنِ پاک کی آیت کا کوئی لفظ یا الفاظ شعر میں استعمال کرتے ہیں اور وہ شعر پوری آیت کا مفہوم بھی ادا کر رہا ہوتا ہے، مثال ملاحظہ ہو:

بحکم ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾
بڑھے جس قدر اپنی طاقت بڑھاؤ (۱۸)

مولانا نے آیت سے اقتباس لیا ہے اور اُس کا مفہوم بھی بیان کر دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کافروں کے مقابلے میں اپنی طاقت کو جمع رکھو۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :

کسی کو اگر کسی پر کچھ فضیلت ہے تو اتنی ہے
کہ عِنْدَ اللہِ اَکْرَمُ ہیں وہی جو ہم میں ہیں اَتْقٰی (۱۹)

یہاں سورہ حجرات سے اقتباس لیا گیا ہے اور شعر میں آیت کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ یہ خصوصیت مولانا کے کلام میں پائی جاتی ہے کہ وہ آیات سے اقتباس لیتے ہیں اور شعروں میں اس کی توضیح بھی کر دیتے ہیں۔ قرآنی تلمیحات کے استعمال میں مولانا کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرآنی آیت سے اقتباس لیے بغیر وہ پوری آیت کا مفہوم بیان کر دیتے ہیں جس سے آیت کی تشریح ہو جاتی ہے، مثلاً:

۱۸۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم نفیرِ اسلام، ۱۰۔

۱۹۔ نفسِ مصدر، نظم حضورِ نظام کی مساوات پسندی، ۱۹۴۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا[۲۰]

یہاں سورہ رعد کی آیت کا مفہوم بیان کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ﴾[۲۱]

(اللہ تعالی نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ بدلیں جو ان کے دل میں ہے۔)[۲۲]

اس نظم کے عنوان میں بھی یہ آیت لکھی ہوئی ہے، اگرچہ مولانا نے یہ اُسلوب کم اختیار کیا ہے۔ دوسرا اسلوب جس میں قرآنی اقتباس کے بغیر آیت یا حدیث کا مفہوم بیان کر دیا جاتا ہے، اس طرز سے بھی آیت کی توضیح و تشریح ہو جاتی ہے۔ مولانا نے جو طرز آیات کے استعمال میں اختیار کیا ہے وہی طرز احادیث میں بھی اپنایا ہے۔ بعض اوقات حدیث کے متن سے اقتباس لیتے ہیں اور بعض دفعہ حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ متنِ حدیث سے اقتباس کی مثال ملاحظہ ہو:

یہ دنیا سچ ہے سِجن المومنین ہے
یہی ارشاد ہے خیر البشر کا[۲۳]

اس شعر میں حدیثِ مبارکہ سے اقتباس لیا گیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر" کہ دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔[۲۴] علاوہ ازیں کبھی حدیث کے متن سے اقتباس لیے بغیر حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

مگر یہ سوچ کے بڑھتا ہے حوصلہ دل کا
یہاں تو ہے کفِ نیت میں ہر عمل کی زمام[۲۵]

۲۰۔ نفس مصدر، نظم ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم، ۱۸۲۔

۲۱۔ القرآن ۱۳:۱۱۔

۲۲۔ اس مقالے میں آیات کے ترجمے کے لیے پیر کرم شاہ الازہری کے ترجمہ **جمال القرآن** سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۲۳۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم ترک اور اطالوی، ۱۶۴۔

۲۴۔ مسلم بن حجاج نیشاپوری، **صحیح مسلم**، کتاب الزھد والرقائق ،باب الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س،ن)، ۲: ۴۰۷۔

۲۵۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم حمد ذوالجلال، ۵۔

یہاں مولانا نے حدیث کا مفہوم بیان کیا ہے، آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "إنما الأعمال بالنیات" کہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔[۲۶] ایک اور طرز یہ ہے کہ کبھی وہ آیت کا اقتباس شعر میں بیان کرتے ہیں، لیکن وہ شعر کسی آیت کی توضیح و تشریح نہیں کرتا بلکہ وہ اقتباس استعارتاً لیا جاتا ہے، مثلاً:

بج رہے ہیں ترانے جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ کے
صبح سے اسلامیوں کی انجمن کے سامنے[۲۷]

یہاں قرآنی آیت سے اقتباس تو لیا گیا ہے، لیکن یہ شعر کسی آیت کی تشریح نہیں کر رہا بلکہ یہ نواب زادہ نصر اللہ خان کی آمد پر کہا گیا تھا جیسا کہ اس نظم کے عنوان سے یہ بات واضح ہو رہی ہے۔ اس شعر میں قرآنی اقتباس اصالتاً نہیں لیا گیا بلکہ استعارتاً لیا گیا ہے۔ یہ وہ اسالیب ہیں جو مولانا کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔

۴۔"بہارستان" میں قرآنی تلمیحات کا استعمال اور ان کا تجزیہ

تلمیحات، تلمیح کی جمع ہے۔ یہ عربی زبان کا کلمہ ہے اور اسم مشتق ہے، ثلاثی مزید فیہ کے باب تفعیل سے مصدر ہے اور اُردو میں بہ طور حاصل مصدر استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح میں کسی آیت قرآنی، حدیث، مثل، قصہ یا کسی علمی و فنی اصطلاح کی طرف اشارہ کرنے کو تلمیح کہتے ہیں۔ اسے شعرا اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں، اُردو شاعری میں میر تقی میر، انشاء اللہ خان انشا، مرزا اسد اللہ خان غالب، علامہ محمد اقبال اور مولانا ظفر علی خان سمیت بہت سے شعرا نے اپنے اپنے کلام میں تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔ مولانا ظفر علی خان کا نثری و شعری کلام بالعموم اور آپ کی کتاب **بہارستان** بالخصوص قرآنی تلمیحات کے جابہ جا تذکروں سے مزین ہے۔ کہیں مکمل آیت درج کی گئی ہے اور کہیں آیت کا ایک لفظ یا زیادہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ایک اور اُسلوب یہ بھی ہے کہ الفاظ کے بجائے مفہوم و مراد یا کسی مفسّر کے تفسیری نکتہ کو پیش کیا گیا ہے۔ ذیل میں چند منتخب اشعار اپنے مفہوم کے اعتبار سے موزوں عنوانات کے تحت پیش کیے جاتے ہیں۔

۲۶۔ محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح البخاری**، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۶۱ء)، ۱: ۲۔

۲۷۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم لاہور میں مہارانا نصر اللہ خاں نو مسلم کا ورودِ مسعود، ۳۴۷۔

۱- مایوسی کی ممانعت

اُمید مؤمن کا اثاثہ ہے، قرآنِ پاک میں ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾[۲۸]

(آپ ﷺ فرمایئے اے میرے بندو جنھوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر، مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے، یقیناً اللہ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔)

مولانا ظفر علی خان نے اس آیت کے مفہوم کو شعر میں یوں بیان کیا ہے:

مئے لَا تَقْنَطُوْا کے نشہ میں سرشار رہتا ہوں
سیہ مستوں کو بخشی ہے حیاتِ جاوداں تو نے[۲۹]

اسی مضمون کو دوسرے شعر میں یوں بیان کیا ہے:

خوش خوش تھے یہ حریف کہ اتنے میں دفعتاً
لَا تَقْنَطُوْا پکار کے اسلام آ گیا[۳۰]

۲- صبح کا پیغام

کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اس چیز کا نظارہ صبح کے وقت کیا جا سکتا ہے جب چرند پرند اپنی اپنی آواز میں اللہ کی تحمید و تقدیس بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ بڑی محرومی والی بات ہے کہ انسان اس منعمِ حقیقی سے غافل رہے اور اطاعت و بندگی سے اُس کو راضی نہ کرے۔ قرآنِ پاک میں ہے:﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾[۳۱]

(پس چاہیے کہ وہ عبادت کریں اس خانہ (کعبہ) کے رب کی۔)

مولانا ظفر علی خان نے اس آیتِ کریمہ سے تلمیح اس طرح بیان کی ہے:

۲۸- القرآن ۳۹: ۵۳۔

۲۹- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم رب العلمین، ۴۔

۳۰- نفس مصدر، ۱۲۱۔

۳۱- القرآن ۱۰۶: ۳۔

سپیدہ دم کہ ہوا میں شریکِ رازِ انام
سنا سروش سے **فَلۡیَعۡبُدُوۡا** کا میں نے پیام(۳۲)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کا پورا حق ادا کرنا ناممکن ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات لا محدود ہے، وہ ہر لحاظ سے برتر و بالا ہے، کائنات میں ہر چیز کا احاطہ ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ یہ کائنات اور اس میں موجود ہر چیز فانی ہے اور فانی سے غیر فانی کے علم و قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:﴿**وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ وَّالۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ**﴾(۳۳) (اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور اس کے علاوہ سات سمندر اور اسے (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی ختم نہیں ہوں گی اللہ پاک کی باتیں، بے شک اللہ سب پر بڑا غالب، دانا ہے۔)

مولانا ظفر علی خان نے اس آیت کے مفہوم کو یوں بیان کیا ہے:

ہر ایک چیز ہے ممکن مگر نہیں ممکن
کہ تیری حمد کا ایک شمہ ہو سکے ارقام(۳۴)

۴۔ نبی کریم ﷺ کا فیضان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کو ذمہ داری بھی سب سے بھاری سونپی ہے، لیکن انسان اس بارے میں بے پرواہ ہے۔ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ ظلوم و جہول ہے، قرآنِ پاک میں ہے:﴿**اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا**﴾(۳۵) (ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے (کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں) تو انھوں نے انکار کر دیا اس کے اُٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اُٹھالیا اس کو انسان نے، بے شک یہ ظلوم بھی ہے اور جہول بھی)۔

۳۲۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نوائے سروش، ۵۔

۳۳۔ القرآن ۳۱: ۲۷۔

۳۴۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، حمد ذوالجلال، ۶۔

۳۵۔ القرآن ۳۳: ۷۲۔

اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

بشر کہ خدا نے اس کو کہا ظلوم و جہول
بنا ہے اُن کے تصدق میں اعلم و اعدل[۳۶]

۵۔ برتری کا معیار

اسلام میں عزت وبرتری کا معیار تقوی ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾[۳۷] (اے لوگو! ہم نے تمھیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے، اور بنا دیا تمھیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، بے شک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے)۔

اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

اَكْرَمَكُمْ پر غور کیا کر ہے یہی رازِ فوزِ عظیم
بن گئیں اس نکتہ کو سمجھ کر جنت کی خاتون بتول[۳۸]

اس مضمون کو مولانا نے ایک اور انداز سے بھی بیان کیا ہے:

امتیازِ ابیض و اسود یہاں جائز نہیں
ہیں غلام اس سرزمین کے تاجداروں کے سہیم[۳۹]

۶۔ اللہ کی قدرت کی نشانیاں

اس کائنات میں چاند سورج کا نظام اللہ تعالٰی کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾[۴۰] (اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات بھی اور دن بھی، سورج بھی اور چاند

۳۶۔ مولانا ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم هو الأول وهو الآخر، ۹۔

۳۷۔ القرآن ۴۹: ۱۳۔

۳۸۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم آوازۂ حق، ۱۳۔

۳۹۔ نفسِ مصدر، نظم اسلام، ۴۳۔

۴۰۔ القرآن ۴۱: ۳۷۔

بھی، مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو، بلکہ سجدہ کرو اللہ کو جس نے انھیں پیدا کیا ہے اگر تم واقعی اس کے پرستار ہو)۔

اس آیت کے مفہوم کو شعر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

زمین میں آسمان میں چاند میں سورج میں تاروں میں
نظر صوفی کو اور عارف کو شانِ کبریا آئی[۴۱]

۷۔ رحمۃ للعالمین

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے، قرآنِ پاک میں ہے:﴿ **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** ﴾[۴۲] (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے)۔

اس آیت سے تلمیح کو یوں بیان کیا گیا ہے:

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت
وہ آیا لیکن رحمۃ للعالمین ہو کر[۴۳]

۸۔ فتح مبین

صلح حدیبیہ کو قرآنِ کریم میں فتح مبین قرار دیا گیا ہے، قرآنِ پاک میں ہے:﴿ **اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا** ﴾[۴۴] (یقیناً ہم نے آپ کو شان دار فتح عطا فرمائی ہے)۔

اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

نشان اِنَّا فَتَحْنَا کا نہ ہو کیوں آشکارا
علم بردارِ حق تم ہو سپہ سالارِ دیں تم ہو[۴۵]

۴۱۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم مقامِ حیرت، ۱۵۔

۴۲۔ القرآن ۲۱: ۱۰۷۔

۴۳۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم رحمۃ للعالمین، ۲۱۔

۴۴۔ القرآن ۴۸: ۱۔

۴۵۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم جشن میلاد نبوی، ۳۲۔

۹- خیرِ اُمّت

اس اُمت کا ایک بڑا اعزاز ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ ہے، اسی وجہ سے اس کو ”خیر اُمت“ کا لقب دیا گیا ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[۴۶] (ہو تم بہترین اُمت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں کی ہدایت و بھلائی کے لیے، تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر، اور اگر ایمان لاتے اہلِ کتاب تو بہتر ہوتا ان کے لیے، بعض ان میں سے مومن ہیں اور زیادہ ان میں سے نافرمان ہیں۔)

اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

لقب خیر الامم جس کو دیا تاریخ عالم نے
اس اُمت کے نگہبان اس زمانہ میں تمھیں تم ہو[۴۷]

۱۰- مضبوط رسّی

افراد اور اقوام کی قوت کے لیے اتحاد بہت ضروری ہے۔ تفرقہ اور اختلاف دین و دنیا کی تباہی کا سبب بنتا ہے، قرآنِ پاک میں ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾[۴۸]

(اور مضبوطی سے اللہ کی رسی کو پکڑ لو سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا، اور یاد رکھو اللہ کی اُس نعمت کو جو اس نے تم پر فرمائی جب کہ تم تھے آپس میں دشمن، پس اُس نے اُلفت پیدا کر دی تم میں، تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی، اور تم کھڑے تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچا لیا تمھیں اس میں (گرنے سے) یونہی بیان کرتا ہے اللہ تمھارے لیے اپنی آیتیں تاکہ تم ہدایت پر ثابت رہو)۔

اس آیت سے اقتباس لیا گیا ہے:

۴۶- القرآن ۳: ۱۱۰۔

۴۷- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم جشن میلادِ نبوی، ۳۲۔

۴۸- القرآن ۳: ۱۰۳۔

تمہارا عُروۃ الوثقیٰ ہے **وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ**
پھر اس رسی کو یارو تھام لیتے کیوں نہیں تم ہو(۴۹)

۱۱۔ تبلیغ کا طریقہ

اللہ تعالی نے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی جماعت کو بھیجا اور اُمتوں نے اپنے نبیوں کو ایذائیں پہنچائیں، لیکن نبیوں کا رویہ نفرت اور غصہ والا نہیں ہوتا تھا بلکہ خیر خواہوں والا ہوتا تھا۔ ایک مبلغ اور داعی کا حوصلہ اسی طرح کا ہونا چاہیے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿**وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاہۡجُرۡہُمۡ ہَجۡرًا جَمِیۡلًا**﴾(۵۰) (اور سہتا رہ جو کچھ کہتے رہیں اور چھوڑ دے ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا)۔

اس آیتِ کریمہ سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

راز ہے تبلیغ کا **وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا** میں نہاں
رازداروں کے لیے ہے وعدہ اجرِ عظیم(۵۱)

۱۲۔ خیرِ کثیر

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کو کوثر عطا کی گئی، یہ ایک عظیم نعمت تھی، اس پر شکر بھی عظیم ہونا چاہیے تھا، اس لیے آپ ﷺ کو اس چیز کا حکم دیا جارہا ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿ **فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ**﴾(۵۲)(پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لیے اور قربانی دیں)۔

اس آیت سے تلمیح لی گئی ہے اور پوری سورۃ کا مفہوم بھی بیان ہو گیا ہے:

ہم **فَصَلِّ لِرَبِّکَ** پڑھتے ہیں پروان اسی سے چڑھتے ہیں
کیوں کر نہ عدو سب ابتر ہوں ہم خیرِ کثیرِ کوثر ہیں(۵۳)

۴۹۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم جشن میلادِ نبوی، ۳۲۔
۵۰۔ القرآن ۷۳: ۱۰۔
۵۱۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم اسلام، ۴۴۔
۵۲۔ القرآن ۱۰۸: ۲۔
۵۳۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم شانِ اسلام، ۵۲۔

۱۳- اللہ پر توکل

اللہ پر توکل اور بھروسے کے بارے میں قرآنِ پاک میں ہے:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾[۵۴] (اور جو اللہ تعالی سے ڈرتا رہتا ہے اللہ اُس کے لیے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا نیز جو خوش نصیب اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے، بے شک اللہ تعالی اپنا کام پورا کرنے والے ہیں، مقرر کر رکھا ہے اللہ تعالی نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ)۔

اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ پر
ہے ایمان تو کرلے توکل کی خو بھی[۵۵]

۱۴- دعوت و تبلیغ کا قرآنی اُسلوب

دین کی دعوت میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں: آدمی جو بات کرے وہ دلیل کی روشنی میں کرے اور شائستہ طریقے سے دعوت دی جائے۔ ایسی دعوت و تبلیغ کا ضرور مثبت نتیجہ نکلے گا، قرآنِ پاک میں ہے:﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾[۵۶] ([اے محبوب] بُلا ان کو اپنے رب کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے، اور ان سے بحث و مناظرہ اس انداز سے کیجیے جو بڑا پسندیدہ اور شائستہ ہو، بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے اسے جو بھٹک گیا اُس کے راستے سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو)۔

اس آیت کی تلمیح اور مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے:

تجاوز نہ کر سکتے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ سے
کہ حُسن خُلق کی اوراقِ قرآن میں اشارت تھی[۵۷]

۵۴- القرآن ۶۵: ۲-۳۔

۵۵- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم توکّل، ۵۷۔

۵۶- القرآن ۱۶: ۱۲۵۔

۵۷- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم قسمت کی شوخی، ۸۶۔

۱۵- وعدۂ خلافت

قرآنِ پاک میں کئی پیشین گوئیاں کی گئی تھیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور عملِ صالح کیا اللہ اُن کو خلافت سے سرفراز کرے گا، یہ پیشین گوئی بھی اپنے وقت پر پوری ہوئی، قرآنِ پاک میں ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [۵۸]

(وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالی نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور نیک عمل کیے، وہ ضرور خلیفہ بنائے گا اُنھیں زمین میں جس طرح اُس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے، اور مستحکم کر دے گا ان کے لیے ان کے دین کو جسے اُس نے پسند فرمایا ہے ان کے لیے اور وہ ضرور بدل دے گا انھیں ان کی حالتِ خوف کو امن سے، وہ میری عبادت کرتے ہیں، کسی کو میرا شریک نہیں بناتے، اور جس نے ناشکری کی اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں)۔

اس آیت کریمہ سے اقتباس لیا گیا ہے:

کہہ دو اُنہیں سُنا کے **لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ**
تقدیر کا نشان یہ مٹایا نہ جائے گا[۵۹]

۱۶- کفار کے ساتھ مقابلے کے لیے قوت وطاقت

اسلام کے غلبے کے لیے جو اسباب ووسائل مہیا کیے گئے ہیں ان میں ایک اہم ذریعہ جہاد ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [۶۰]

(اور تیاری رکھو ان کے لیے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت وطاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے، تاکہ تم خوف زدہ کرو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ تعالی کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو، اور دوسرے لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ، تم

۵۸- القرآن ۲۴: ۵۵۔

۵۹- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم اتمام نور، ۹۸۔

۶۰- القرآن ۸: ۶۰۔

نہیں جانتے ہو انھیں (البتہ) اللہ جانتا ہے انھیں، اور جو چیز تم خرچ کرو گے راہِ خدا میں اس کا اجر پورا دیا جائے گا اور کسی طرح تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا)۔

اس آیت سے یوں اقتباس لیا گیا ہے:

بحکم وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ
بڑھے اپنی طاقت جس قدر بڑھاؤ۔[۶۱]

ایک دوسرے شعر میں اس آیت سے تلمیح اس طرح بیان کی گئی ہے:

کر جا کے تُرھبون به کا علم بلند
دیں کا ہو جو حلیف ملا اُس کو سات[۶۲]

۱۷- یہود و نصاریٰ کی گم راہی

یہود و نصاریٰ کو پیغمبرانہ تعلیمات سے دور ہونے کی وجہ سے گم راہ قرار دیا گیا۔ نصاریٰ نے اپنے نبی کی تعلیمات میں اضافہ کیا اور یہودیوں نے نبیوں کی بات سے روگردانی کی اور قتل کے درپے ہو گئے۔ قرآن پاک نے دونوں طبقات کی تردید کی ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾[۶۳] (ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گم راہوں کا۔)

اس قرآنی فکر کو مولانا کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

علماء ہم سے یہ دن رات کہا کرتے ہیں
کہ ہیں گم راہ نصاریٰ تو یہودی مغضوب[۶۴]

۱۸- فضول خرچ شیطان کا بھائی

رزق کی فراوانی بہت سی نیکیوں کا ذریعہ بنتی ہے، اس کو بے جا خرچ کرنا ناشکری ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے:

۶۱- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم نفیرِ اسلام، ۱۰۲۔

۶۲- نفس مصدر، تاج دارِ افغانستان امان اللہ خان غازی سے خطاب، ۳۲۳۔

۶۳- القرآن ۱: ۸۔

۶۴- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم کفر کے دروازے پر اسلام کی دستک، ۱۱۴۔

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِیْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾[۶۵] (بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر گزار ہے)۔

اس آیت کا مفہوم شعر میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اسراف کے شیدائی شیطان کے ہیں بھائی
اللہ سے خود اس کی تصدیق کرا دیں گے[۶۶]

۱۹- دنیا فانی ہے

اس کائنات میں بسنے والی ہر مخلوق فنا ہونے والی ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾[۶۷] (جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور اللہ رب العلمین کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور عزت والی ہے)۔

اس آیت کریمہ سے اقتباس یوں لیا گیا ہے:

جوان و پیر و طفل و زن ہوئے سب قتل مشہد میں
کہ گزرا سر سے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا پانی[۶۸]

۲۰- قوموں کی ترقی

اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے، جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے، کسی قوم کو محروم نہیں کرتا۔ ہر قوم کے ساتھ معاملہ اس کی روش اور رویے کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا، اس دنیا میں ہر کسی کو اس کی محنت کا ثمر ملتا ہے، قرآنِ پاک میں ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾[۶۹] (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی اچھی یا بُری حالت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے)۔

۶۵- القرآن ۱۷: ۲۷۔

۶۶- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم جیشِ رضاکارانِ کوچین، ۱۳۲۔

۶۷- القرآن ۵۵: ۲۶- ۲۸۔

۶۸- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم مشہدِ مقدس پر روسی گولہ باری، ۱۶۰۔

۶۹- القرآن ۱۳: ۱۱۔

اس آیت کے مفہوم کو شعر میں یوں بیان کیا گیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو آپ اپنی حالت کے بدلنے کا خیال[۷۰]

۲۱- ایمان کی پختگی

اس کائنات میں زندگی گزارتے ہوئے تکلیفیں اور پریشانیاں آتی ہیں، حوادث اور مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھنا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔ خاص طور پر جب دین کے راستے میں پریشانی آئے تو اس پر صبر کرنا انبیا کی سنت ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾[۷۱] (اور نہ تو ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تمہیں سربلند ہوگے اگر تم سچے مؤمن ہو)۔

اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

حدیث أَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ از یادم نخواہد رفت
محال است کہ مغلوب اُمتِ خیرالوری باشد[۷۲]

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔ مولانا فرما رہے ہیں کہ یہ بات میری یاد اور حافظے سے نہیں گئی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمائی ہے۔ یہ بات ناممکن ہے کہ یہ اُمت شکست کھا جائے۔ ایک دوسرے شعر میں مولانا نے اس مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی[۷۳]

۲۲۔ شبِ معراج

معراج آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾[۷۴] (یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا)۔

۷۰- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ، ۱۸۲۔

۷۱- القرآن ۳: ۱۳۹۔

۷۲- ظفر علی خان، **بہارستان**، فارسی قطعہ، ۱۹۰۔

۷۳- نفس مصدر، نظم غازی امان اللہ خان، ۲۱۴۔

۷۴- القرآن ۵۳: ۹۔

اس آیت سے تلمیح یوں لی گئی ہے:

شبِ معراج وہ شب ہے کہ کھولے ربّ اکبر نے
رسول اللہ پر اسرارِ خلوت گاہ او ادنیٰ[۷۵]

۲۳- حقِ خداوندی

ایک عقل مند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا کوئی فرمان آئے تو اُس کے آگے مطیع اور فرمان بردار ہو جائے اور اللہ کی بندگی میں اپنی نیازِ جبین کو جُھکا دے ، قرآنِ پاک میں ہے:﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾[۷۶] (پس سجدہ کرو اپنے رب کو اور عبادت کرو)۔

یہاں اس آیت سے یوں اقتباس لیا گیا ہے:

کِس قدر ہم پر ہے حق اس شاہِ حق آگاہ کا
جو سبق ہم کو پڑھائے وَاسْجُدُوْا لِلّٰہ کا[۷۷]

۲۴- ایفائے عہد

وعدہ پورا کرنا مضبوط ایمان کی علامت ہے، قرآنِ پاک میں ہے:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾[۷۸] (اے ایمان والو، پورا کرو اپنے عہدوں کو)۔

یہاں اس آیتِ کریمہ سے یوں اقتباس لیا گیا ہے:

جس نے روندا پاؤں میں ارشاد اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ
اُس کو آنکھوں پر بٹھا لو کیا یہی اسلام ہے[۷۹]

۲۵- امام الناس کا شرف

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور مسجودِ ملائکہ کا شرف اس کو حاصل ہے۔ اس کائنات

۷۵- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم حضور نظام کی مساوات، ۱۹۳۔

۷۶- القرآن ۵۳: ۶۲۔

۷۷- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں کی شریعت نوازی، ۱۹۵ ۔

۷۸- القرآن ۵: ۱۔

۷۹- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم شور بازاری شریعت کے پرستاروں کا اسلام، ۲۳۱۔

کی ہر چیز انسان کے لیے مسخر ہے اور اس کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے بشرطے کہ انسان اپنے خالق ومالک کا فرماں بردار بن کر زندگی گزارے اور اپنے مقام ومرتبے کو پہچانے۔ قرآنِ پاک میں ہے:﴿وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۸۰) (اور یاد کرو جب آزمایا ابراہیم کو اُس کے رب نے چند باتوں سے تو انھیں پورے طور پر بجالایا، اللہ نے فرمایا بے شک میں بنانے والا ہوں تمھیں تمام انسانوں کا پیش وا، عرض کی میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا نہیں پہنچتا میرا وعدہ ظالموں تک)۔

یہاں اس آیت کی طرف یوں اشارہ دیا گیا ہے:

اپنے آبائی شرف کا گر تجھے احساس ہو
شانِ ابراہیم پیدا کر امام الناس ہو (۸۱)

۲۶- انفاق فی سبیل اللہ

اللہ کی راہ میں محبوب اور اچھی چیز جس قدر اخلاص اور حسنِ نیت سے خرچ کی جائے گی اسی قدر بدلہ ملنے کی اُمید رکھنی چاہیے۔ یوں ثواب تو ہر چیز میں ہے البتہ محبوب چیز کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے:﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾ (۸۲) (ہرگز نہ پاسکو گے کامل نیکی کا رتبہ جب تک نہ خرچ کرو راہِ خدا میں ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو، اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے)۔

یہاں اس آیت سے تلمیح اس طرح ذکر کی گئی ہے:

سمجھ لو لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا کو تم
کہ یہ ارشاد ہے قرآن کے اندر بے گماں آیا (۸۳)

۸۰- القرآن ۲: ۱۲۴۔

۸۱- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم انسانیتِ کبریٰ کا مقام، ۳۲۵۔

۸۲- القرآن ۳: ۹۲۔

۸۳- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم اسلامی یونی ورسٹی، ۴۲۳۔

۲۷- خیر و شر کا راز

انسان کے لیے کون سی چیز مفید ہے۔ اس بات کو اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز کو انسان اپنے حق میں مفید سمجھے وہ حقیقت میں بھی اُس کے لیے بہتر ہو اور جس چیز کو وہ اپنے لیے مضر سمجھے وہ حقیقت میں بھی اُس کے لیے مضر ہو، بلکہ اس کا برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۸۴) (فرض کیا گیا ہے تم پر جہاد اور وہ ناپسند ہے تمھارے، ہو سکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالاں کہ وہ تمھارے لیے بہتر ہو، اور ہو سکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو اور وہ تمھارے حق میں بُری ہو، حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

یہاں اس آیت سے یوں اقتباس لیا گیا ہے:

وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا کی تاویل
سمجھاتے یوں ہیں قرآن کے اشارات (۸۵)

۲۸۔ آرزو

آدمی جو کچھ اپنی کوشش سے کماتا ہے وہ اُسی کا ہے۔ کوئی کسی کی نیکیاں لے اُڑے ایسا نہیں ہو سکتا، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ (۸۶) (اور نہیں ملتا انسان کو مگر وہی کچھ جس کی کوشش کرتا ہے)۔

یہاں اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کو بھول کر
آرزو میری بھی ہے کیسی بلا کی آرزو (۸۷)

۲۹- فتح قریب

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ مسلمانوں کی مدد و نصرت کرے گا، جب مصائب حد سے بڑھ گئے تو بعض

۸۴- القرآن ۲: ۲۱۶۔

۸۵- ظفر علی خان، **بہارستان**، قطعہ، ۴۵۰۔

۸۶- القرآن ۵۳: ۳۹۔

۸۷- ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم تصویر آرزو، ۴۵۴۔

مسلمان آپ ﷺ سے پوچھتے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ پھر ایک وقت آیا کہ اللہ کی مدد سے اسلامی فوج نے روم وفارس کی طاقتوں کو نیست ونابود کر دیا، یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہی ممکن ہوا۔ قرآنِ پاک میں ہے:

﴿وَأُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۸۸) (اور ایک اور چیز جو تمھیں بڑی پسند ہے وہ بھی ملے گی یعنی اللہ کی جانب سے نصرت اور فتح جو بالکل قریب ہے۔ اور اے حبیب ﷺ مومنوں کو یہ بشارت سنا دیجیے۔)

یہاں اس آیت سے تلمیح یوں بیان کی گئی ہے:

اسلامیوں سے وعدہ فتح قریب ہے
ثابت ہے جس کا قرب خدا کے کلام سے (۸۹)

۳۰۔ شہادت کی لذّت

انسان کو اس کائنات میں بھیجا گیا تو اس کو علم سے مزین کر کے بھیجا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر برتری حاصل ہوئی تو علم کی وجہ سے ہوئی؛ فرشتے کوئی جواب نہیں دے سکے اور آدم علیہ السلام نے سب باتوں کا جواب دے دیا، قرآنِ پاک میں ہے: ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (۹۰) (اور اللہ تعالی نے سکھا دیے آدم علیہ السلام کو تمام اشیا کے نام پھر پیش کیا انھیں فرشتوں کے سامنے اور فرمایا بتاؤ تم مجھے نام ان چیزوں کے اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو۔)

یہاں اس آیت سے یوں اقتباس لیا گیا ہے:

شہادت میں لذت ہے اسے یہ لوگ کیا جانیں
رموز عَلَّمَ الْاَسْمَاء چہ داند ذوقِ ابلیسی (۹۱)

علّم الاسماء کی تاریخی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا واضح کرتے ہیں کہ انسان کے علم کی

۸۸۔ القرآن ۶۱: ۱۳۔

۸۹۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم تخییلِ ہفت رنگ، ۴۸۰۔

۹۰۔ القرآن ۲: ۳۱۔

۹۱۔ ظفر علی خان، **بہارستان**، نظم پیمبر کی شفاعت پر میرا حق، ۵۱۳۔

صورت یہی ہے کہ وہ ناموں کے ذریعے اشیا کے علم کو اپنے ذہن کی گرفت میں لاتا ہے، لہٰذا انسان کی تمام معلومات دراصل اشیا کے اسما پر مشتمل ہیں۔ آدم کو سارے نام سکھانا گویا ان کو تمام اشیا کا علم دینا تھا۔[۹۲]

مولانا ظفر علی خان کے ہاں قرآنی تلمیحات کے کثیر استعمال سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ فکرِ اسلامی کی تفہیم و اشاعت کے ضمن میں نہایت فعال اور متحرک تھے، نیز علمی و فنی اعتبار سے بھی اوصافِ اہلیت سے متصف تھے۔ توحید، رسالت، آخرت، کتبِ سماویہ، تاریخِ اسلام، عظمتِ اسلام، انسانی حقوق، اطاعتِ رسول ﷺ، اخلاقیات، مسلم اُمرا کے فرائضِ منصبی، اتحاد بین المسلمین، دعوت و ارشاد، فقر و غنا، بحث و مکالمہ، خلافتِ انسانی، کفار سے مقابلہ، یہود و نصاریٰ کی گم راہیاں، فضول خرچی سے پرہیز، اقوامِ عالم کی ترقی کے اُصول اور شہادت، ایسے موضوعات ہیں جو ان کے کلام میں موجود ہیں۔ نیز ان موضوعات کی اہمیت و افادیت کا اظہار جس ادبی اور فنی مہارت سے کیا گیا ہے وہ بھی بے نظیر اور بے مثال ہے۔

۵۔ خلاصۂ بحث

تمام مباحث کا حاصل یہ ہے کہ قرآنِ مجید اسلامی فکر و فلسفے کا بنیادی ماخذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تفہیم و توضیح میں مسلمانوں نے مختلف الانواع کوششیں کی ہیں۔ اس ضمن میں برّصغیر پاک و ہند کے شعرا کا کردار نہایت متحرک رہا ہے، خصوصاً مولانا ظفر علی خان نے اپنی شاعری کو اسلامی نظریۂ حیات کے فروغ و استحکام کے لیے استعمال کیا۔ علومِ اسلامیہ میں قرآن فہمی ان کا غالب ذوق تھا، ان کی نظمیں قرآنِ مجید کے ابدی پیغام کی بھرپور آئینہ دار ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ **بہارستان** ان کی مذہبی فکر خصوصاً اسلام و قرآن سے گہرے جذباتی تعلق کی وضاحت کا سب سے معتبر حوالہ ہے۔ یہ مجموعۂ کلام اُردو، فارسی، اور عربی الفاظ کا خوب صورت امتزاج ہے۔ اس میں حمد و نعت، دُعا، عظمتِ اسلام، اسلامی روایات اور اس کی سیاست کو اہم موضوعات کی حیثیت حاصل ہے؛ اسلامی تہذیب و تمدن خصوصاً عقائد و علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے قرآنی تلمیحات کا استعمال کیا گیا ہے۔ تلمیحات میں چوں کہ آیتِ قرآنی، حدیثِ نبوی، مثل، قصہ یا کسی علمی، فنی اور ادبی اصطلاح کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، اسی لیے اس کتاب میں اس شعری و ادبی اُسلوب کا بھرپور اور کثیر الجہتی استعمال نظر آتا ہے۔ کہیں مکمل آیت درج کی گئی اور کہیں آیت کا ایک لفظ یا دو الفاظ یا زیادہ الفاظ استعمال کیے گئے۔ ایک اُسلوب یہ بھی ہے کہ

۹۲۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۱ء)، ۱:۶۱۔

الفاظ کے بجائے مفہوم و مُراد یا کسی مفسر کے تفسیری نکتے کو پیش کیا گیا ہے۔مقالہ ہذا میں اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ شعر میں استعمال ہونے والی قرآنی تلمیح کی نشان دہی کر کے متعلقہ آیت باحوالہ درج کی گئی ہے۔ اس علمی و تحقیقی مشق سے نہ صرف یہ کہ شاعر کے فہم و حافظہ ، نظریاتی رجحان، مذہبی ذوق اور وسعتِ مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے، بلکہ اس کی فنی و ادبی صلاحیتیں بھی واضح ہو کر سامنے آتی ہیں۔اس مخصوص مذہبی و تہذیبی پس منظر میں مذکورہ کتاب علم و معرفت خصوصاً قرآنی فکر و شعور کا بیش قیمت اثاثہ ہے۔